شی از ناٹ مائی سسٹر —

شفق کی سُرخی میں رنگی ہوئی سُرخ بادبانوں والی کشتیاں —

اور یہ ہم ہیں بابو —

یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں — جوائے از اے تھنگ آف جوائے فار ایور —

غلافی آنکھوں والا بابو اور یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں —

ٹرینٹ کے کنارے۔ سفید آہنی بنچ پر — آف وہائٹ بلاؤز۔ سفید کارڈیگن اور پلیٹ والے سیاہ سکرٹ اور ہائی ہلیز میں۔ نیم گھنگھریالے سیاہ بالوں اور کوئلہ سیاہ آنکھوں والی سرپرائز — دے گرل آئی وانٹ ٹو میری مشیل —

تم فاطمہ کو جانتے ہو ناں —

فاطمہ کو اس شہر میں کون نہیں جانتا تھا — اور کیا کیا کچھ نہیں جانتا تھا۔

چھوٹی چھوٹی کھلونا نما بادبانی کشتیاں ٹرینٹ کے گدلے پانیوں پر — کچھ یہاں — کچھ وہاں تیرنے لگیں اور اگر کوئی دیکھ سکتا تو چیری کا ایک شگوفہ بھی جو سائز میں ان کشتیوں سے کئی گنا بڑا تھا اور وہ ایک سفید مہک والے بادبان کی طرح تھا اُن کے ساتھ تیرتا چلا جا رہا تھا۔

اور ایک شگوفہ بابو کے قدموں میں جہاں لمبا سیاہ سکارف اُلجھتا تھا، گرا —

فاطمہ اپنے سنڈے بیسٹ میں — سفید بنچ پر — ٹرینٹ کے کنارے اُنہیں اپنی جانب آتے دیکھتی ہوئی...

تم فاطمہ کو جانتے ہو ناں —

مشاہد نے فاطمہ کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھامنے کے لئے بہت زمانے طے کئے — بہت برس اُن میں سے گزرا اور واپس آیا اور واپس آیا تو سامنے سات کمروں والی کوٹھی میں بڑے بڑے زرد گلابوں والی پوشش کے صوفے پر — فاطمہ — اس کی جانب سر اٹھا کر نہیں اپنے سامنے دیکھتی تھی۔ "لونگ ٹائم نو سی... بہت عرصہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں بہت عرصہ —" مشاہد نے کہا۔ اس کی آنکھیں اب بھی کوئلہ سیاہ تھیں اگرچہ اُن کے گرد مہ و سال کے سیاہ حلقے تھے۔

"تم مشاہد ہی ہو ناں؟ — مشیل؟"

"ہاں — " اُسے کچھ شک سا ہوا —

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں دیکھ نہیں سکتی — اگر تمہیں ناگوار نہ گزرے تو ہاتھ تھامے رہو — میں بہتر محسوس کروں گی — میں بلائنڈ ہوں — "

سرخ بادبانوں والی کشتیاں — ایک اندھیرے میں —

"آئی ایم سوری — "

"میں اس فقرے کے گزر جانے کا انتظار کرتی ہوں — تاکہ گفتگو شروع کی جا مجھے نابینا ہوئے پندرہ برس گزر چکے ہیں اس لئے یہ میری زندگی کا ایک حصہ ہے۔ اب تو مجھے یاد بھی نہیں جب میں دیکھ سکتی تھی — تم میری جانب آ رہے ہو۔ تم ن — اور ایک جیسے لباس میں ہو۔ شائد بڑی دھاریوں والی تھری پیس سوٹس میں اور — مجھے یاد آیا — مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ لمبے لمبے سکارف قدموں میں اُلجھتے ے — " وہ ہنسنے لگی اور اُس کے دانت اب بھی بے حد سفید تھے۔ سفید باب کٹ ائیں اُس کے دانت بہت میچ کرتے تھے "ہاں جب میں دیکھ سکتی تھی تو مشاہد یہ آخری لے جو میرے ذہن میں زندگی کے قریب لے جانے والا ہے — "

بابو راؤ پٹیل ایک ٹکسیڈو میں، پورے دانتوں کی مسکراہٹ کے ساتھ کیمرے کے ں دیکھتا ہوا اور اُس کا بازو تھامے دُلہنوں کے روایتی سفید لباس میں فاطمہ — اور وہ کیمرے کے لینز کے اندر بہت اندر اپنے سیاہ بالوں اور سیاہ آنکھوں سے دیکھتی اور ی ہوئی — لیکن وہ اُس لمحے صرف مشاہد کو دیکھ کر کہہ رہی تھی — میں اب اُوشا فاطمہ نہیں — اب تم کیا کہتے ہو۔

"تم اُوشا نہیں ہو؟"

"نہیں — اب میں پھر فاطمہ ہوں — اور کیا اس خبر پر تمہیں خوشی نہیں "؟

اُس شادی کی تصویر کے بعد بابو اور فاطمہ یا اُوشا اس کے لئے وہ بلیک بک ہرن بلند قلانچیں بھرتے سلو موشن میں ایک سیاہ جنگل میں سے آتے تھے اور پھر اُس میں جاتے تھے۔

"ہاؤ از بابو — ؟"

"ہی از ڈیڈ"

بلیک بک ہرن قلانچ بھرتے ہوئے جیسے یکدم ریت پر گر گیا — اور ریت ہو گیا۔ شائد اُس کے پاؤں میں لمبا سکارف اُلجھ گیا تھا اس لئے وہ گر گیا۔ غلافی آنکھوں والا بلیک بک۔

اُس نے فاطمہ کے ہاتھ کو ایسے تھاما جیسے وہ خود گرنے کو ہو اور وہ گر جاتا اگر اس نے اُس کا ہاتھ نہ تھام رکھا ہوتا — "کب؟"

"پانچ برس ہو گئے —"

"آئی ایم سوری —"

"ہاں — ہر آفت کے لئے بس یہی طریقۂ اظہار — آئی ایم سوری — آفت بڑی ہو یا چھوٹی بس یہی الفاظ — اور مشیل —" اُس نے اُس کا ہاتھ کو احتیاط سے ذرا دبایا "کیا تم سن رہے ہو؟"

"ہاں —"

"میں دریافت کرنا چاہتی تھی کہ کیا میں تمہارے گھر میں آج کی شب قیام کر سکتی ہوں — میں آئی تو تم نہیں تھے۔ تمہاری اجازت کے بغیر ایک رات ٹھہر گئی صرف اس لئے کہ.. اُس منظر کے لئے جب تم دونوں میری جانب چلتے آ رہے تھے — کل میری روانگی ہے"

"ہاں — ضرور — مجھے بہت خوشی ہو گی۔ میں بابو کے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"اور میرے بارے میں؟ —"

"اور تمہارے بارے میں —"

"تمہاری مخالفت کے باوجود ہماری شادی ہو گئی — تمہارے یہ کہنے کے باوجود کہ میں بہت تجربہ کار اور ہر مرد کے ساتھ سو جانے والی لڑکی ہوں — یہاں تک کہ.."

"پلیز —" مشاہد نے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آئی ایم سوری مجھے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اتنے عرصے بعد نہیں — پلیز میرا ہاتھ تھام لو میں بالکل اندھیرے میں ہوں —" اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا اُس کے ہاتھ کی تلاش میں اور پھر چھونے پر اُسے تھام لیا "شکریہ — کیا تم واقعی یہ داستان سننے میں دلچسپی رکھتے ہو —"

"ہاں — بابو مجھے بہت عزیز تھا —"

"مجھے بھی —" اس کی کوئلہ سیاہ آنکھوں سے سیال سیاہی بہنے لگی" مجھے بھی"

کچھ اور خاموشی جس میں پرندے اپنے پروں سے ہوا کو کھٹ کھٹ کاٹتے رہے

ت کی کترنیں ہوا میں اُن پرندوں کی طرح ہی تیرتی رہیں — اور وُہ سنتے رہے۔

"ہماری پہلی اولاد سیتا تھی — انگلینڈ میں — اُس کے بعد کچھ ہوا — ڈائیاگنوز

ہو سکا کہ کیا ہوا — ایک ہفتے کے اندر اندر میری آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی۔ بابو

میرے لیے اتنی بھاگ دوڑ کی کہ مجھے اُس پر ترس آنے لگا — کیا ہوا جو میں بلائنڈ ہو

ہوں یہ دنیا کا خاتمہ تو نہیں ہے۔ مشیل میں اُس بیوقوف سے مُحبّت کرتی تھی تم تو یقین

کرو گے لیکن مجھے قسم ہے اپنے قرآن اور اپنے دادا کے خیموں کی میں بہت شدت

اُس کی مُحبت میں مبتلا تھی — کیا تم یقین کر سکتے ہو؟"

"ہاں — میں اُس وقت مُحبّت سے ناواقف تھا —"

"شکریہ — تم جانتے ہو کہ پہلے وہ کبھی کبھار پیتا تھا — لیکن اُسے بہت غم ہوا

— وہ بہت زیادہ پینے لگا — وہ سارا سارا دن میرا ہاتھ تھام کر بیٹھا رہتا اور جو کچھ بھی

ں پاس ہوتا اُس کی مکمل تفصیل بتاتا رہتا تاکہ مجھے اپنے اندھے پن کا احساس نہ ہو یہاں

کہ وہ مجھے ایک روز دریائے ٹرینٹ کے کنارے لے گیا اور اُس سفید بنچ پر بٹھا کر کہنے

کہ تم اب بالکل سامنے دیکھو اور تم دیکھو گی کہ میں اور مشیل دھاری دار سُوئٹوں میں

پیٹے ہوئے لمبے سکارفوں میں اُلجھتے تمہاری جانب چلے آرہے ہیں۔ اور مشیل یقین کرو

نے تم دونوں کو دیکھا — وہ تم سے بے پناہ مُحبّت میں تھا تم جانتے ہو —"

"ہاں —"

"تو وہ میرے دکھ میں تھوڑا سا الکوہلک ہو گیا۔ اس دوران مجھے لنکنز اِن میں

خلہ مل گیا — ہاں میں پہلی نابینا ایشیائی لڑکی تھی جسے وہاں داخلہ ملا تھا۔ ہاں — جس

ماتھے پر میرے پیغمبر کا نام لکھا ہے وہاں — میں نے قانون کی تعلیم مکمل کی اور پھر پہلی

بالی بیرسٹر کے طور پر پریکٹس شروع کر دی۔ میں ظاہر ہے اکیلی تو کچھ نہیں کر سکتی تھی،

میرا ہاتھ تھا، میری آنکھیں اور میری وہیل چیئر تھا لیکن اُس کی شراب نوشی میں بہت

فہ ہو گیا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ وہ ایسٹ افریقہ کے لئے زبردست ہوم سک ہو گیا۔ میں

اپنا پروفیشن اُس کے لئے چھوڑ دیا اور اُس کے ساتھ یوگنڈا چلی گئی۔ میرا بچہ وہیں پیدا

ہوا لیکن اب یہ وہ یوگنڈا نہ تھا جو بابو کے خیالوں اور جذبات میں گندھا ہوا تھا۔ انڈین لوگوں کے لئے اب وہاں جگہ کم تھی... وہ پیدا ہی افریقہ میں ہوا تھا لیکن حالات بدل چکے تھے اور اُس کے لئے بھی وہاں گنجائش کم ہو گئی تھی چنانچہ ہم ہندوستان شفٹ ہو گئے، بمبئی میں — سُنی کی پیدائش ہندوستان کی ہے۔ وہاں مجھے کچھ ذہنی دشواریاں پیش آئیں۔ ہندوستانی ایک غیر ملکی عورت کو ذہنی طور پر بیرسٹر کی حیثیت سے قبول نہیں کرپاتے تھے اور ایک اندھی بیرسٹر اُن کے لئے تضحیک آمیز رویّے اور مسکراہٹوں کے سوا کچھ نہ تھی۔ پھر مالی دشواریوں کا بھی آغاز ہو گیا — ایک مرتبہ پھر ہم نے انگلینڈ واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں بھی نئے سرے سے پریکٹس شروع کرنا اور اپنے آپ کو مستحکم کرنا بہت مشکل ثابت ہوا۔ بابو کچھ بھی کرنے کے لائق نہیں رہا تھا وہ صرف بوتل سے دلچسپی رکھتا تھا اور یہی اُس کی واحد محبت تھی... ہمیں روزانہ اخراجات کے لئے سوشل ویل فیئر پر انحصار کرنا پڑا... یہ ایک قسم کی بھیک تھی اور میری عزت نفس بہت مجروح ہوئی۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر واپس ہندوستان — ذرا میرا ہاتھ چھوڑو میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں —" اُس نے اپنا بیگ ٹٹول کر کھولا اور اُس میں سے ایک پلاسٹک کوٹڈ تصویر نکال کر مشاہد کی آنکھوں کے عین سامنے کی — تاج محل کے سامنے فاطمہ اور بابو — اور بابو ایک گنجا اور بد وضع شخص اگلے دانت نوٹے ہوئے، ڈھیلی پتلون اور چیک بش شرٹ میں لاتعلقی سے کیمرے کو دیکھ رہا ہے۔ اُس کی آنکھیں جو غلافی تھیں اب بڑی ہو کر اُبلتی ہوئی لگتی تھیں۔ اُن دونوں کے ساتھ جینز میں ملبوس لمبے بالوں والے تین جوان ہوتے بچے تھے جو ماں باپ کی موجودگی سے کچھ بیزار سے لگتے تھے — "اُن دنوں جب یہ تصویر اُتری تھی بابو نے کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ تمہیں اکثر یاد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ایک دن میں لاہور جاؤں گا مشیل سے ملنے اور اُسی دھاری دار سوٹ اور لمبے سکارف میں جاؤں گا جو میں نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے — بس یہی کہانی ہے — تم کیا کرتے رہے؟"

مشاہد کو بہت دیر تک خاموش رہنا پڑا۔ اس کی زندگی کے اہم ترین کرداروں میں سے ایک ابھی ابھی موت سے ہمکنار ہوا تھا تو اُس کی موت کے احترام میں اُسے کچھ دیر تو خاموش رہنا تھا۔

"میں... ایک ہوزری فیکٹری ہے میری — لیکن میں وہاں کم جاتا ہوں۔ اور — اس سات کمروں والی کوٹھی میں اپنی بیوی برگیتا کے ساتھ رہتا ہوں — اور بس"

"بچے ــــ"

"نہیں ہیں ــــ"

"آئی ایم سوری ــــ"

"پھر وہی فقرہ ــــ" مشاہد پہلی بار ہنسا "اور کیا تم واقعی فاطمہ ہو ــــ"

اُس کا جُھکا ہوا چہرہ بلند ہوا اور رنگین شیشوں میں سے جو مدھم دھوپ اندر آتی اُس کے نین نقش یوں واضح کرنے لگی جیسے تصویر کھنچ گئی ہو۔ وہ اِس مڈل ایج میں الی کی نسبت کہیں زیادہ پُرکشش اور قابلِ تعظیم لگ رہی تھی ــــ "ہاں مشیل ــــ تم میری طرف کبھی نہیں دیکھتے تھے اس کے باوجود میں واقعی فاطمہ ہوں ــــ اندھی سفید بالوں والی فاطمہ ــــ اور میں جانتی تھی کہ تم ہماری شادی کے مخالف کیوں تھے۔ تمہارا نکتہ نظر سمجھتی تھی۔ لیکن میں مجبور تھی ــــ کیا واقعی تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو میں ایک رات کے لئے تمہارے گھر میں ٹھہر جاؤں ــــ میں تمہاری بیوی سے ملنا چاہتی ــــ"

"وہ ابھی آ جائے گی اور فاطمہ تم ــــ" اُس نے اُس کا ہاتھ تھام کر ہولے سے جیسے کسی عزیز سے بات کرتے ہیں اور کسی بچھڑے ہوئے دوست سے آبدیدہ ہو کر سے بات کرتے ہیں۔ اور دل کے کنوئیں کی تہہ میں جو ریت ہوتی ہے اُس کے قریب اس کی ٹھنڈک کو اُنگلیوں کی پوروں پر محسوس کرتے ہوئے اُس ریت کو کریدتے بات کرتے ہیں" فاطمہ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ میں تم میں بابو کو دیکھتا ہوں ــــ"

ایک بہت بڑا دھچکا تھا جس کے شاک میں سے وہ گزرا تھا۔ اس کمرے میں داخل روہاں بڑے زرد پھولوں والے صوفے پر اسے منتظر پانا اور یہ جاننا کہ وہ ٹرینٹ کے سفید بنچ پر بیٹھی ہوئی فاطمہ ہے۔ ایک بہت بڑا دھچکا تھا جس کے بعد کے اثرات سے وہ ابھی تک گزر رہا تھا اور نارمل نہیں ہو پایا تھا۔

"تم نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ میں تم تک کیسے پہنچی ــــ"

"یہ کافی ہے کہ تم پہنچ گئیں فاطمہ ــــ"

مشاہد اُٹھا اور سوچ بورڈ پر گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھا اور دیر تک رکھا یہاں تک مالی اپنی طبعی بیزاری اور بدتمیزی کے ساتھ کمرے کے اندر آگیا" کیا قیامت آگئی اُس نے ناگواری کو چھپایا نہیں" میں پورچولاکا کی پنیری لگا رہا ہوں۔ اگر پانی پیچ کرنہ

دیا جائے تو مر جائے گی کھڑی کھلوتی — کیا کہتے ہو؟"

"بیگم صاحبہ کے لئے چائے لے آؤ —"

"پہلے اُن چُوڑوں کو چائے پلائی ہے جو پھاٹک کے ساتھ بیٹھے بی بی جی کا انتظار کر رہے ہیں.. پھر اُن کے جُوٹھے برتن کلمہ پڑھ کر پاک کئے ہیں اور اب..."

"یہ بیگم صاحبہ مسلمان ہیں —"

"اب ہوں —" فاطمہ نے ہولے سے کہا۔

شریف نے فاطمہ کے بلاؤز اور سکرٹ کو قدرے تشکیک سے دیکھا اور سر ہلا کر جانے کو تھا کہ فاطمہ نے پھر ہولے سے کہا "مثیل — میں چائے نہیں پینا چاہتی — تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں — پلیز"

"تم جاؤ —" — شریف نے فوراً اس مشورے پر عمل کیا اور چلا گیا۔

"تمہارے بچے کیا کر رہے ہیں؟"

"بیٹی کی شادی تو بابو کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی — وہ خوش ہے — شائد بنگلور میں ہے... یا اندور میں... مجھے پتہ نہیں —"

"وہ تم سے ملنے نہیں آتی؟"

"نہیں — وہ تینوں میرے بارے میں بہت مجرم محسوس کرتے ہیں — میں حالات کی مجبوری کے تحت اُن کی ماں تھی۔ خاص طور بیٹوں کے لئے میں بہت شرمندگی کا باعث تھی... وہ دونوں بی۔ اے کرنے کے بعد سنّی اور بنجے سٹریٹ پالیٹکس میں اِنوالو ہو گئے تھے — اور شو سینا کے بہت ڈائی ہارڈ ممبر تھے۔ کسی نے شکایت کر دی کہ اِن کی ماں ایک زمانے میں مسلمان تھی — اور یہ اُن دونوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ میں نے پارٹی کے دفتر میں جا کر اپنا شناختی کارڈ اور لاء کی ڈگری دکھائی اور حلفیہ بیان دیا کہ میں فاطمہ بن نصر اپنی رضا سے فلاں تاریخ کو بابو سے شادی کرنے کے لئے انگلستان میں — ساؤتھ ہال میں... شو مندر میں ہندو ہو چکی ہوں اور اب ہمیشہ کے لئے آوشا ہوں... لیکن — وہ شک میں مبتلا رہے... انہیں ہمیشہ طعنہ دیا جاتا رہا کہ اُن کی ماں... مسلمان تھی اور وہ سراسر اور مکمل خون والے ہندو نہیں ہیں... اور یہی بیچ اُن کو چبھتا تھا اور اُنہیں بے آرام اور مجھ سے لا تعلق کرتا تھا — میرا امتحان مثیل.. ہاں ہر شخص کی زندگی میں ایسے امتحان آتے ہیں جب وہ اپنے بنیادی عقائد اور اخلاقیات سے مکمل طور پر رو گردانی کرتا ہے۔ سمجھ لو

اپنی رُوح کو فروخت کر دیتا ہے، اپنے خون کے رشتوں کے لئے — تو میرا ایک امتحان
وقت ہوا جب وہ دونوں ماتھے پر تلک لگائے ایک جتھے میں شامل ہو کر بابری مسجد کو
نے کے لئے چلے گئے.. اور... میں نے اُنہیں آشیرواد دی — رام مندر کی تعمیر کے
آشیرواد دی — اس کے باوجود..'' وہ روانی سے بولتی بولتی یکدم خاموش ہو گئی۔

وہاں جو پرندے منتظر تھے —

اپنے پَر سمیٹے ہوئے — انتظار کرتے تھے کہ کب یہ دونوں چُپ ہوں، خاموش
اور ہم اُڑان کریں اور اس ہوا کو کھٹا کھٹ اپنے پروں سے کاٹیں اور وقت کی کُترنیں
— ایک برس کی ایک کترن جس پر اُس برس کی زندگی تحریر ہو — ایک سیاہ کوئلہ
ں والی لڑکی ٹرینٹ کے کنارے اور ایک غلافی آنکھوں والا بلیک بک — ایک کُترن
تھی جس پر سُرخ بادبانوں والی ایک کشتی تیرتی تھی اور ایک کُترن پر ایک شگوفہ تھا...

''پھر بمبئی میں فساد ہوئے — تم آگاہ ہو گے — تب میں اکیلی ایک کھولی میں
تھی۔ بیٹے کہیں اور رہتے تھے وہ میرے پاس آئے — اُنہوں نے لفظ ''ماں'' بہت
اور مصیبت سے ادا کیا اور کہا — تم یہاں سے چلی جاؤ — ہم بمبئی کو ایک ہندو شہر
چاہتے ہیں — تم چلی جاؤ —

میں نے انہیں بھی بتایا کہ میں فاطمہ بن نصر... اپنی رضا سے — فلاں تاریخ کو...
ہو چکی ہوں۔ میرا نام اُوشا ہے اور — میں کہاں چلی جاؤں۔

اُنہوں نے کہا، نہیں — ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ مشیل،
رے بیٹے نہیں ہیں اور تم نہیں جانتے کے بیٹے کس طرح ماں باپ کی جان ہوتے ہیں
وہ میری جان ہیں مشیل — کبھی کبھار وہ میرے پاس آتے تھے اور جب آتے تھے تو
ا دیکھ کر میں اپنے اندر بہت ساری زندگی جمع کر لیتی تھی اور پھر جیتی تھی لیکن وہ
پر تلک لگائے سُرخ آنکھوں اور ضدیوں کی نفرت سے مجھے دیکھتے تھے اور کہتے تھے...
ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے — اگر بیٹے ذمہ دار نہیں ہو سکتے تو
ن ہو سکتا ہے مشیل — مجھے بتاؤ کہ میں تو محبت کے لئے اپنے دادا کے خیمے کی پاکیزگی
کر کے... اپنا دین تیاگ کر بابو کے پاس آگئی تھی اور وہ — میرے بیٹے، میری
کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے تھے...''

اُس کی کوئلہ آنکھیں اور اُن میں سے بہتی سیال سیاہی — وہ بدستور اپنے

سامنے، اپنے عین سامنے دیکھ رہی تھی اور اُس کی بے نُور آنکھوں میں سے آنسو بہتے چلے جا رہے تھے... کوئی ایک لفظ مشاہد کے ذہن میں نہ آیا جو وہ کہے اور اُس کی کچھ تشفی ہو... کہیں بھی کوئی ایک لفظ نہ تھا۔

"انسان ایک قید میں ہے یہ میں نے تب جانا — اپنے مذہب اور وطن اور اخلاق میں قید ہے اور بے بس ہے، وہ کچھ بھی کر لے، کہیں بھی چلا جائے اِن سے چھٹکارہ حاصل نہیں کر سکتا — میں نے بیس برس بابو کے ساتھ گزارے، کوئی غیر اخلاقی رشتہ نہیں تھا میاں بیوی کا رشتہ تھا اور اس کے باوجود میرا اصل تبدیل نہ ہو سکا۔ میں وہی رہی جو کہ میں تھی اور بابو وہی رہا جو کہ وہ تھا اور — محبت کچھ بھی تبدیل نہ کر سکی۔"

دوپہر ڈھلنے لگی تھی اور جو شیشم۔ جامن اور شرینہ کے درخت تھے اُس بوسیدہ اور گھاس بھری چھت پر جھکے ہوئے جو مردان کا پسندیدہ ٹھکانہ تھا اُن میں ایک پرندہ پھل کرتا ہوا اپنی بولی میں بولا — تو مشاہد نے پلٹ کر اُس رنگین شیشوں والی کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں سے وہ بولی اندر آئی تھی۔

برگیتا اندر آئی تو اس کی آنکھوں کو یکدم کچھ دکھائی نہ دیا.. کچھ سُجھائی نہ دیا — وہ سیدھی مشاہد کی طرف آئی اور پھر ٹھٹک گئی کیونکہ اُس نے کمرے میں ایک اور موجودگی محسوس کی تھی۔ تب اُس کی نگاہ سفر کرتی ہوئی، بوسیدہ قالینوں، پرانے فانوس اور بلند روشندانوں پر سے سفر کرتی زرد پھولوں کی پوشش والے صوفے تک پہنچی، سفید بلاؤز اور پلیٹ والے سکرٹ میں ملبوس ایک سفید بالوں والی اُدھیڑ عمر خاتون پر گئی — وقت کی ایک کترن پر — اور وہ ٹھٹک گئی۔

"یہ فاطمہ ہے — میرے دوست بابو راؤ پٹیل — کی بیوی"

کون ہے — ٹھہرا ہوا وقت ہے۔

"ہاں —" ذرا توقف سے اُس نے سر ہلایا" ہاں۔ تم اِن کے بارے میں اکثر بات کرتے تھے — آپ کیسی ہیں؟" اُس نے ہاتھ آگے کیا۔

فاطمہ برس ہا برس کے تجربے سے جانتی تھی کہ کونسے لمحے اور کس لفظ کے اختتام پر ہاتھ یُوں آگے بڑھاتے ہیں کہ مخاطب جان نہیں پاتا کہ آپ اُسے نہیں دیکھ سکتے — اور اُس نے اُسی لمحے ہاتھ آگے بڑھا دیا.. گاڈ، شی از بیوٹی فل — برگیتا کے اندر حسد کی ایک لہر سی اُٹھی...

"فاطمہ — از بلائنڈ —" مشاہد نے فوراً کہا۔
"کیا؟" برگیتا سمجھ نہ سکی —
"فاطمہ — دیکھ نہیں سکتی — شی از بلائنڈ —"
"آئی ایم سوری —" وہی فقرہ فوراً آگیا۔
"کیا تم سینڈوچز کے لئے ٹیونا اور مایونیز خرید لائی ہو —" مشاہد نے اُس کے
ے کو دیکھا جس پر دوپہر کا کٹیلا پن کم ہو چکا تھا۔
"ہاں —" اس کی آنکھیں ابھی تک اُس خاتون پر تھیں جو اُس کے زرد پھولوں
لے صوفے پر ایک پُر وقار اور پُر اطمینان انداز میں بیٹھی خلاء میں دیکھ رہی تھی۔ "اور
ا ڈیڈی سے بھی مل آئی ہوں — میں نے بہت کہا لیکن وہ اندر آنے سے انکاری
ہے۔"
"کوئی خاص کام تھا؟"
"ہاں — اُن کا ایک پوتا — جو میرا کیا لگتا ہے؟ — شائد بھائی کا بیٹا — وہ
ں جو اُن کے ساتھ آیا تھا.... ایک اور — وہ اُس کیس میں پکڑا گیا ہے جس کا اخباروں
ہت ذکر ہے — بلاس فیمی کیس —"
"اسے مت چھوؤ —" مشاہد فوراً بولا" یہ بہت حساس مسئلہ ہے"
"میں تو نہیں چھونا چاہتی —"
"تو مت چھوؤ —"
"لیکن مشیل — ڈیڈی کہتے ہیں کہ اُن کا پوتا — یا میرا بھتیجا بالکل ان پڑھ ہے
رہ کسی دیوار پر کچھ بھی نہیں لکھ سکتا — وہ کہتے ہیں کہ اس کیس میں کامونکی کا ایک
دار ذی حسین ملوث ہے۔ یہ وہی حسین ہے جس کی قسمت کے ستارے تب روشن
ئے جب 47ء میں کامونکی سٹیشن پر قتل کی گئی ٹرین میں سے ایک بڑھیا کے گھگھرے
اسے اُس نے بہت سارے کرنسی نوٹ حاصل کئے تھے اور ڈیڈی کہتے ہیں میں نے بھی
لڑکی مدد کی تھی۔ پتہ نہیں کیسے — اور اب وہی حسین بہت متحرک ہے اور کہتے ہیں
پھانسی لگنی چاہیے —"
"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا —"
"اور انصاف کا کیا ہو گا؟"

"اس ملک میں؟ — کچھ بھی نہیں"

ایک فراموش وقت کی کترن پر فاطمہ کا بڑھا ہوا ہاتھ ساکت ہو چکا تھا اور برگیتا ا
سے جتنی وقت کی کترن تھی اتنی دیر کے لئے غافل ہو گئی اور اُس نے مشاہد کے قریب
کر اُس کی آنکھوں کی سطح پر جھک کر کہا "لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ بیٹے ماتھوں پر تلک لگا کر اپنی ماؤں کے سامنے کھڑے ہو گئے ہ
— اس ملک میں بھی" وقت کی کترن پر ساکت ہاتھ میں حرکت ہوئی تو برگیتا نے اُ
دیکھا اور اس سے پیشتر کہ وہ پھر ساکت ہو جاتا اُسے تھام لیا "میں اپنے مسائل میں اُلجھ گ
تھی اور.... مجھے معاف کر دیجیے —"

"اور بیٹے یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اب ماؤں کے ذمہ دار نہیں ہیں... محبت کچھ بھ
بدل نہیں سکی۔ خوشی کے لئے آپ جو کچھ بھی کر لو وہ تمہیں حاصل نہیں ہو گی۔ یہ ایک
ہاری ہوئی دوڑ ہے — یاد ہے تم اور بابو پوائنٹ ٹو پوائنٹ ریسز کھیلنے جاتے تھے؟"

"ہاں —" مشاہد مسکرایا "مجھے ہارنے والے اپنے ہر گھوڑے کے سُم میں
اُڑنے والے کیچڑ کی شکل تک یاد ہے"

"فاطمہ — آپ ضرور بہت ہی زیادہ حیران ہوں گی لیکن مشیل — نے بابو
ہمیشہ یاد کیا ہے... میرے سامنے اور میری غیر موجودگی میں بھی —"

"اور مجھے —"

برگیتا نے اُس کے ہاتھ کو ایک قیمتی خزانے کی طرح تھپکا "میں آپ کو بھی جانتی
تھی —"

"برگیتا... اگر میں تمہیں تمہارے پہلے نام سے بلا سکتی ہوں تو... میں صرف اپنے
آپ کو یہاں ایک دو روز کے مجتمع کرنا چاہتی ہوں... مجھے فیصلہ کرنا ہے کہ اب مجھے —
انگلستان جانا ہے یا کویت لوٹنا ہے۔ مشیل جانتا ہے کہ اب میں پھر سے تنہا ہوں... اپنے
اندھیرے اور اپنی زندگی میں — تو کیا میں تمہارے گھر میں ایک دو روز قیام کر سکتی
ہوں؟"

"آپ ہماری عزت نہیں کر رہیں فاطمہ —" برگیتا نے اُس کا ہاتھ نرمی سے
دبایا "یہ تمہارا اپنا گھر ہے"

"اپنے آپ کو مجتمع کرنے کے لئے، کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے مجھے وہاں جانا تھا

دریائے ٹرینٹ کا ایک کنارا اب تک موجود ہے — شیل — اور اُس کنارے پر وہ بنچ اب بھی ہے — جہاں کوئی — میری ماضی کی کترن پر ساکت تصویر سے آشنا۔

"تم دونوں ماضی کی بہت ساری کترنیں اپنی اپنی یاد کی جیبوں میں سے نکالو اور اپنی کے جگ ساپزل کو اس طرح ترتیب دو کہ تصویر مکمل ہو جائے اور میں شام کے کا بندوبست کرتی ہوں۔ ہمیں فاطمہ کی آمد کو سیلی بریٹ کرنا چاہیے — کوئی خاص تم کھانا پسند کرو فاطمہ؟"

"ساؤتھ اینڈ میں جب پہلی بار میں بابو کے کمرے میں گئی تھی تو وہاں ایک عجیب اور بعد میں خوشگوار بُو تھی — اس میں لہسن اور اَدرک کی مہک تھی — بابو نے لئے اَدرک گوشت کی کری خود بنائی تھی —"

"وَن رجنجر مٹن کمنگ اَپ —" برگیتا نے اُس کے ہاتھ کو پھر تھپکا اور اُسے کے بازو پر ایسے رکھا جیسے ایک پیارے اور خوش رنگ پرندے کو احتیاط سے بٹھاتے پھر مشاہد کو دیکھتے ہوئے باہر چلی گئی۔ وہ نارمل ہو چکی تھی۔

"تمہاری بیوی تم سے کچھ برس جونیئر ہے؟"

"بہت سے برس —"

"شیل —" فاطمہ صوفے کے بازوؤں پر ہتھیلیاں جما کر اُٹھی اور کھڑی ہو گئی — کا بدن تین بچوں کو سوا دو برس تک اپنے اندر رکھنے اور سہنے کے بعد ڈھیلا اور پھیلا ہوا بدن تھا لیکن اُس کے سفید بالوں میں بریکٹ شدہ چہرہ ابھی تک دل کو مائل رکھتا تھا "میری جانب دیکھو —"

وقت کی کترن پر جو تصویر تھی وہ اُسے اپنی جانب دیکھنے کو کہہ رہی تھی حالانکہ وہ نہیں سکتی تھی۔

"میں دیکھ رہا ہوں —"

وہ اُس کی آواز کی ڈور کو اپنی اُنگلیوں میں تھام کر چلتی ہوئی آگے آئی اور یوں آئی کا سر اُس کے — مشاہد کے سینے کے ساتھ لگ گیا۔ مشاہد نے اپنے بازوؤں سے اپنے قریب کر لیا اور اُس کے سفید بالوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے "میں اور کہاں نکل —"

"تم فکر نہ کرو فاطمہ — تم اب محفوظ ہو... میں.. اگر تمہارے بیٹے نہیں — تو میں ذمہ دار ہوں —" مشاہد کی سفید سلک شرٹ پر فاطمہ کی پلکیں جب بھی بند ہوتی تھیں تو اُن میں سے ایک سرمہ سیاہ سیال بہتا تھا اور اُس کی سفیدی پر سیاہ لکیریں نمودار کرتا تھا۔ اور اُس کی نمی مشاہد کے سینے پر گیلی ہو کر اُسے یہ پتہ دیتی تھی کہ وقت کی کترن پر جو تصویر تھی وہ زندہ ہو رہی ہے۔

سات کمروں والی کوٹھی کی کھڑکیوں کے رنگین شیشوں میں سے جو مدھم روشنی اندر آتی تھی کہ دوپہر ڈھل چکی تھی اُس میں مشاہد اور فاطمہ کسی یونانی تھیٹر کے کھنڈروں میں ایستادہ ڈھلتی دھوپ میں کھڑے دو کورنتھین بوسیدہ ستونوں کی طرح تھے جو اک دوجے کے ساتھ لگ کر اس لئے کھڑے تھے کہ وہ گرنے والے تھے — وقت نے اُن کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا تھا اور وہ سہارے کے لئے ایک دوسرے پر جھکے ہوئے تھے۔

لال سوہانڑا پارک میں جب بلیک بکس کو سیاہ ہرنوں کو اُن کا رکھوالا "ہوئے ہوئے" کہہ کر بلاتا ہے اور کنالیوں میں اُن کے کھانے کے لئے مکّی کے دانے، ڈالتا ہے تو وہ آس پاس کی جھاڑیوں اور صحرائی لینڈ سکیپ میں سے چوکڑیاں بھرتے آتے ہیں، اُچھلتے ہوئے آتے ہیں اور جیسے فضا میں آہستہ اور معلق ہو جاتے ہیں ایک لمحے کے لئے اور پھر ریت پر گرتے ہیں اور پھر چوکڑی بھرتے ہیں — ایسے بابو تھا، فاطمہ تھی، ماضی کی کترن پر چوکڑیاں بھرتے بلیک بک جو کچھ دیر کے لئے وہاں سلوموشن میں ہوتے معلق ہوتے ساکت ہو کر — پھر گر گئے۔

سرخ بادبانوں والی کشتیاں صحرا میں چل رہی تھیں۔ سورج غروب ہو چکا تھا لیکن اُس کی کرنیں ابھی صحرا کی ریت میں جذب ہو کر منتظر تھیں کہ کب وہاں سے کوئی کشتی گزرے تو وہ اُس کے بادبانوں کو سرخ کریں، کب ایک بلیک بک قلانچ بھرے اپنے آپ کو زمین سے، صحرا سے آزاد کر کے فضا میں بلند کرے تو وہ اُس کے پھرتیلے معجزہ بدن کو روشن کر دیں — ریڈ سیلز اِن دے سَن سیٹ...

"میں گھر پہنچ گئی ہوں —" اُسے وہ مہک آئی جو دادا کے خیمے میں عافیت اور ابدی خاموشی اور صحرائی سکون کی مہک تھی۔

تم دونوں میری جانب چلنا شروع کر دو کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے —

مجھے سفید بیچ کا آہنی وجود چبھ رہا ہے کیونکہ میں بہت دیر سے انتظار میں تھی۔

تم دونوں کے لمبے سکارف قدموں میں اُلجھ اُلجھ کر ایسے آزاد ہوتے ہیں جیسے وہ
ں میں سے خوفزدہ ہو کر اُڑان کرنے والے پرندے ہوں۔
پانی پر نظریں جمائے رکھو تو وہ تمہیں بہا کر لے جاتا ہے — دور تک۔
اُن پانیوں پر جو کشتیاں تیرتی تھیں وہ صحراؤں کی ریت میں سے نکل کر آئی
اُس کے دادا کے خیموں سے چھُو کر آئی تھیں اور اُن کے بادبان سُرخ تھے۔ اور
ے پہلو میں اُن کے حجم کے بڑے بڑے سفید شگوفے دریائے ٹرینٹ کی سطح پر تیرتے
تے تھے۔
"میرے بیٹے میرے سامنے تلک لگا کر کھڑے ہو گئے — محبت کچھ بھی بدل نہ
یں"
اندر کوئی ہے؟
ہاں —
کون؟
ٹھہرا ہوا وقت — ایک کٹرن۔

بُرن کی قدامت میں بھی نہیں۔ پتھریلی گلیوں میں بھی نہیں اور ریچھوں کے مجسموں میں تو بالکل نہیں۔ کہیں بھی کوئی نہ تھا جو اس کے دُکھ اور غصّے میں شریک ہو سکتا۔

اُسے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں تمہاری مونچھوں سے اپنے بُوٹوں کے تسمے بناؤں گا — کیا ضرورت تھی۔ کسی کی انا کو اس حد تک کچوکے دینے کی کیا ضرورت تھی — لیکن وہ ایسا ہی تھا.... اس نے جتنے دوست بنائے ایسے بنائے کہ وہ اس کے لیے جل مرے اور جتنے دشمن بنائے زندگی کے دشمن بنائے اور ان میں سے بیشتر کی انا مجروح کے بنائے۔

پچھلی شب ہوٹل کے ڈائننگ ایریا میں اس نے ہیڈ لائن سنی۔ وہ اپنا کلیجی ٹیبل سُوپ چھوڑ کر کمرے میں آ گیا اور وہاں جتنی چینلز تھیں سب پر ایک ہی خ تھی۔

پھر ایک لفٹ نیچے آئی۔ مشاہد اور مردان کے عین سامنے۔ اس کے پَٹ سر ہوئے ہٹ گئے۔ اور ایک لمحے کے لئے وہ جھجکا۔ کھلے عوامی سوٹ میں آستینیں اوپ ہوئیں۔ اس کی آنکھیں شائد بے خوابی کے باعث سُرخ تھیں اور وہ کچھ چبا رہا تھا۔

وقت ایک منت سماجت کرتی شکل کاک برقعے میں لپٹی کسی ادھیڑ عمر عورت کا نہ — ڈیسٹنی کا تھا۔

اور اسے ڈیسٹنی کہاں لے گئی تھی — وہاں جہاں گھاس نہیں اُگتی۔

I will make shoe laces out of your Moustaches — کہنے کی ضرورت تھی۔

ایک سیاسی جینیئس کا ایک تکبّر ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ ضرورت تھی؟

مشاہد سوئٹزر لینڈ میں تھا — ہوزری کی چند مشینیں خریدنے کے لئے لیکن —
یاں وہ خبر ملی جو ممکن نہیں لگتی تھی — ضیاء کی فی الحال کوئی حیثیت نہ تھی اور بھٹو کی
ی اور اس کے باوجود اس نے اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے کا اہتمام کر لیا۔ لفظ
اہتمام" قابل غور ہے — آپ اگر پاور میں ہیں تو کچھ بھی "اہتمام" کر سکتے ہیں۔
نف جوق در جوق آئیں گے اور حلف اٹھائیں گے ... شہد کی مکھیاں تو بہت بعد میں
پ کی لاش پر حملہ آور ہوں گی لیکن ابھی یقین دلایا جائے گا کہ ملزم ایک اچھا مسلمان
ں ہے۔ چاہے یہ نکتہ متعلق ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اہتمام کر لیا گیا۔

خیال تھا کہ ہمالیہ روئے گا لیکن ہمالیہ کو شائد اس سے بہتر اور بھی کام تھے۔

ہمالیہ کیوں نہ رویا؟ — جبر، کوڑے — دہشت — لیکن ان کے علاوہ وہ کوئی
ہا بھی ریچڈ آف دی ارتھ ہو — اپنی مونچھوں کو تسمے بنانے کی دھمکی کو اس لمحے ایک
راہٹ کے ساتھ قبول تو کر لے گا لیکن موقع کے انتظار میں رہے گا — اور وہ رہا۔

ڈاکٹر ظفر نیازی نے اسے ایک ایسی غلیظ کوٹھڑی میں دیکھا جس میں ٹائلٹ والا کموڈ
آتا تھا۔ اس نے — قیدی نے پروٹسٹ کیا "میری کچھ انا ہے۔ مجھے کچھ پرائیویسی
ہے۔ میں سب کے سامنے اس کموڈ پر نہیں بیٹھ سکتا۔"

"تمہیں بیٹھنا ہو گا۔"

اور اسے بیٹھنا پڑا —

اسے بہت یقین تھا کہ ہمالیہ روئے گا۔

لیکن ہمالیہ کیوں روئے — اس کے عزیزوں اور دوستوں نے ان کے ساتھ
ت کر لی جنہوں نے اہتمام کیا تھا تو ہمالیہ کیوں روئے۔

بہرحال برن میں — کوئی بھی نہ تھا — جو اس کے دکھ اور غصے میں شریک ہو

وہ اسے ایک مدت سے جانتا تھا۔

جب کوکی سے کراچی کی میکلوڈ روڈ پر اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی اور اس کا سنہری
والا شوفر مرسڈیز کا دروازہ وا کر رہا تھا تب سے جانتا تھا۔

ایک شب کوکی اسے ولیکاز کی ایک کاک ٹیل پارٹی پر لے گیا۔ وہاں بیچ لگثری کے
پاس ایک محل نما گھر تھا اور وہاں — ایک نوجوان بلند قامت وزیر صنعت آیا تھا اپنی

بلند قامت خوش شکل ساڑھی میں ملبوس ایرانی بیگم کے ساتھ — نوجوان وزیر ایک بے حساب اعتماد اور پوشیدہ رعونت کے ساتھ سب کے سروں سے اوپر کہیں دیکھتا تھا جیسے وہ اپنا مستقبل دیکھتا ہو — صرف چند برس بعد اسے وہاں جانا تھا جہاں پاکستان کا کوئی معمولی سے معمولی وزیر یا اعلیٰ افسر بھی نہیں گیا تھا۔ وہاں جہاں گھاس نہیں اُگتی۔

ہیلی کاپٹر گڑھی خدا بخش کی جانب گیا تھا اور دونوں خواتین زیر حراست تھیں۔

تمام چینلز پر ایک ہی خبر تھی۔

مختلف بلیک اینڈ وہائٹ اور کلر تصویریں سکرین پر کھٹ کھٹ بدلتی جا رہی تھیں اور نیوز کاسٹر اپنی بے لاگ اور لاتعلق آواز میں تفصیلات بتاتے جا رہے تھے۔

برن عجیب شہر تھا۔ دن کے وقت یورپ کی جدیدیت کا خالص ترین نمونہ اور رات ڈھلتے ہی وہ پیچھے ہٹتا چلا جاتا اور مڈل ایجز میں پہنچ جاتا۔ مشاہد نے پردے ہٹا کر کھڑکی کو دھکیلا تو جیسے مڈل ایجز کی آہستہ خرام ہوا اندر آنے لگی جس میں ان گھڑے پتھروں پر پڑتے سُموں میں سے نکلنے والی چنگاریوں، گھوڑوں کی لید اور آس پاس کے پہاڑوں پر گرتی ہوئی تازہ برف کی مہک تھی اور بُو تھی۔

ہاں اپریل تمام مہینوں میں سے ظالم ترین مہینہ تھا۔

سوس بستر دلدل کی طرح نرم اور موتیے کی طرح سفید جس میں انسان گر کر سنبھل نہیں سکتا... اسے اپنے آرام پر اختیار نہیں رہتا۔

پَر کٹے سیاہ پرندوں کی طرح بہی کھاتوں اور کتابوں کے جلے ہوئے ورق اگست کی گرمی کے دوش پر اٹھتے ہوئے — شاہ عالمی کا آسمان اور آگ کی گڑگڑاہٹ — ڈسٹ ان ٹو ڈسٹ اینڈ ایشز ان ٹو ایشز — تو اس کا نیٹ رزلٹ کیا ہوا۔ شائبہ شائبہ راکھ چہرے پر بیٹھتی ہوئی۔

بوسیدہ اور گلتی ہوئی گھاس قادر آباد کی جھیلوں کی سرد صبحوں میں بُو دیتی ہوئی صدیوں سے کناروں کے ساتھ لپٹی — کبھی ہوا کے زور سے پیچھے ہٹتی — لیکن یہ ابھی رہے گی۔ اس نے پہلی مرغابی پر ہاتھ رکھا تو اس کی پرواز کی حدت اس کے پروں میں سے ابھی خارج ہو رہی تھی اور ابھی اس کا گوشت گرم تھا — ہمیشہ ایسا ہوتا تھا۔ زندگی یکدم خارج نہیں ہو جاتی آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی نکلتی ہے اور یہ تو جاننا ممکن نہیں کہ اُن لمحوں میں دماغ بھی اُسی طرح سرکتا ہوا سرد ہوتا ہے یا اُس کی رفتار بدن کے ٹھنڈے ہونے کی

ذرا کم ہوتی ہے اگر کم ہوتی ہے تو وہ کیا سوچتا ہے؟... کیا ہمالیہ روئے گا — اُس لمحے
آ جائے گا۔

کاسینو پلاتز میں سوئس ایئر کے دفتر میں اسے اپنی اگلی صبح کی نشست معطل کروانے
تو چنداں دشواری پیش نہ آئی۔ ایک میکانکی مسکراہٹ کے ساتھ "اپنی تھنک ایلس
" لیکن جب اس نے ایک ہفتے کے بعد کسی بھی فلائٹ میں بُکنگ کی درخواست کی تو
میکانکی مسکراہٹ ینگ فرو کی برف کی طرح منجمد ہوئی اور یہ حیرت انگیز تبدیلی تھی کہ
نوجوان ریسپشنسٹ خاتون کے ماتھے پر یکدم بوڑھی عورتوں ایسی عمر کی لکیریں ابھرنے
یں اور وہ بالکل فریجڈ ہو گئی "سوری سر۔ وی آر فُلی بُکڈ" — مشاہد نے کاؤنٹر سے اپنا
ن اٹھایا اور باہر آ گیا۔

باہر دِن کا برن تھا۔ یورپ کی جدیدیت کا خالص ترین نمونہ۔

وہ ابھی — ان حالات میں پاکستان واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہاں کون تھا جو اس کا
ظر تھا — سوائے مردان کے جو فوج سے فارغ ہو کر ایک پرائمری سکول میں بچوں کا
ھاتا تھا... اور کوئی نہ تھا۔ وہ بہت دیر بے دھیانی میں چلتا رہا۔ بغیر کسی مقصد کے، کسی
رے کو دیکھے بغیر — اس نے ایک پبلک بوتھ سے راڈنی ایزبرگ کو یوٹے برگ فون کیا
۔تم کہاں ہو مشیل؟ — اچھا — سویڈن کے اتنے قریب ... بہرحال کافی قریب کم از کم
ورپ میں تو ہو نا — آ جاؤ ایک دو روز کے لئے — تمہیں پتہ ہے برگیتا اب ہائی سکول
ں جانے والی ہے ... ہاں ہاں وہی بچی — تم اس رات میرے ساتھ تھے — ہاں —
شائلہ از فائن۔ تم اگر آ سکو تو ہم تمہیں خوش آمدید کہیں گے۔

وہ بُوتھ سے باہر آ کر بہت دیر تک سویڈن کو سوچتا رہا — لیکن نہیں — وہ
کہیں بھی جانا نہیں چاہتا تھا ... وہ کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بُوتھ سے ٹیک لگائے
ٹ پاتھ پر کھڑے اور رواں ہجوم کو دیکھتا رہا — کبھی ان کے لباس کو کبھی چہروں کو اور
بھی صرف قدموں کو — اور پھر اس کے اندر ایک زمانے نے کروٹ لی اور اس پر وہ
ت آ گیا جب کوئی شخص اُس ایک کروٹ کی وجہ سے لمحۂ موجود میں یکدم بے وطن ہو
جاتا ہے — اسے کسی مٹی، کسی موسم اور کسی رشتے کی خواہش یا تانگ نہیں رہتی۔ اس
کے لئے اگلا قدم اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے صرف اس لئے کہ ہر شے بے معنی ہو جاتی ہے۔
اگر وہ قدم اٹھا لیتا ہے تو کدھر جاتا ہے؟ — کسی اور جہان میں — کسی اور کائنات میں

— اور اگر جاتا ہے تو کیا وہ جہان اور وہ کائنات مداوا ہو سکتی ہیں۔ لمحۂ موجود کی نسبت دہار بہتری اور آسودگی ہو سکتی ہے — اس کے سامنے ٹرام سٹاپ پر ایک خاص وقفے کے بعد سوِس صفائی اور ستھرائی سے لشکائی ہوئی ٹرام رکتی تھی اور بہت بیزار اور نیوٹرل اور صرف اپنی ذات میں گم چہرے — لاتعلق ہر شے سے — اس ہوا میں جو اپریل کی تھی اور اس سرد ہوا سے جو بَرن کے نواحی پہاڑوں سے اتر کر کاسینو پلاتز میں پھیلتی تھی — لاتعلق، ہر شے سے جُدا ایک میکانکی تنظیم سے جو سوِس قوم کا طُرّہ امتیاز ہے مُردہ اور تنہا لوگ ستھرائی لشکائی ٹرام میں داخل ہو جاتے تھے۔ لیکن فٹ پاتھ زیادہ دیر کے لئے خالی نہیں ہوتا تھا ان کی جگہ کچھ اور گونگے مجسمے۔ ڈمیز آ جاتی تھیں اور انتظار کرنے لگتی تھیں۔

اُن میں سے ایک ڈمی کا رنگ گندمی تھا، بال سیاہ تھے... اور ایک پاؤں میں آتے سیاہ سکرٹ اور پھولدار بلاؤز میں اور چہرے پر وہی لاتعلق اور مُردہ کیفیت جو ٹرام کے منتظر بقیہ مسافروں کی تھی۔

اس پر وہ وقت آیا ہوا تھا جب کوئی شخص بے وطن ہو جاتا ہے لیکن اُس لاتعلق گندمی چہرے کو دیکھ کر اس کا تعلق ہوا اور وہ ایک نیم مخمور شخص کی طرح ہونٹوں کے کونوں میں سے پھیلتی مسکراہٹ کی بے بسی میں سڑک پار کر کے — اور سڑک پار کرتے ہوئے متعدد کاروں اور ٹیکسیوں کے ہارن سنتے ہوئے بھی لاپرواہ ہو کر وہ اس ایک شکل کی طرف کھنچتا گیا جس میں گندم کے رنگ تھے۔

"معاف کیجئے گا کیا آپ مسز حسین ہیں؟"

اس لاتعلق شکل نے کاسینو پلاتز کی جدیدیت کے خالص ترین پس منظر کے ساتھ صرف ایک بار اپنی سیال آنکھوں سے اسے دیکھا — اور جواب میں کوئی جھجک نہ تھی "نو — آئی ایم ناٹ —"

"آئی ایم سوری — مشاہد کی شرمندگی نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا۔ یقیناً وہ جنوبی امریکہ کی کوئی سیاح خاتون تھی جس میں اسے اپنی گندم کے رنگ اور مہک کے دھوکے ہوئے تھے اور وہ سوچتی ہو گی کہ یہ شخص ایک عام فلرٹ ہے" آئی ایم ٹیری بلی سوری۔"

اس کے چہرے سے منہ موڑ کر وہ فیصلہ نہ کر پایا کہ وہ پھر واپس سڑک کے پار چلا جائے یا وہیں کھڑا رہے کیونکہ سڑک کے پار بھی تو وہ کچھ نہیں کر رہا تھا صرف بُوتھ سے ٹیک لگائے ایک علیحدگی اور بے خبری میں سامنے دیکھے چلا جا رہا تھا۔

"معاف کیجئے گا — " کسی گندم کے کھیت میں جیسے اندر ہی اندر اس کی سنہری بالیوں کے اندر جب تیتر اور چڑیاں سونے کے ڈنٹھلوں میں سے اڑتے ہیں تو ان کے ہوئی گندم کے بوٹوں کے ساتھ کھینے سے جو سرسراہٹ جنم لیتی ہے ویسی آواز میں کسی ہا "معاف کیجئے گا — اگر میں مسز حسین ہوں تو کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

وہ مڑا — "ہاں"

"کیا آپ مشاہد ہیں؟"

"ہاں —"

"کیپٹن مردان خان کے بڑے بھائی؟"

"جی —"

"آئی ایم سوری — " "گندم کی بالیاں اب لا تعلق نہیں تھیں ان میں چڑیوں بتروں کی اڑان کی سرسراہٹ تھی۔ اور ان کا تعلق تھا" مجھے ذرا احتیاط کرنا پڑتی ہے ٹس اے بگ سرپرائز ٹو سی یُو ہیئر اِن برن — مجھے تو یقین نہیں آ رہا —"

"مجھے بھی نہیں آ رہا —"

"یہاں کھڑے ہو کر باتیں کرنا تو مناسب نہیں — کیا ہم کسی ریستوران میں جا یں؟"

کاسینو پلاٹز ذرا بلندی پر ہے اور نیچے اگر آپ سیڑھیاں اُتر کر برن کیتھڈرل کے یں سے دریا تک جاتی سیڑھیوں سے اتر کے نیچے جائیں گے تو وہاں گھنے اور بڑے گھیر ، سایہ دار درختوں میں اوپن ایئر ریستوران ہیں جہاں اپریل میں بہت کم لوگ بیٹھتے یونکہ دریا کے پانیوں کی برف سردی کی قربت جسم کو بے چین اور یخ کرتی ہے —

"ہاؤ اِز مردان؟"

"ہی از فائن — کراچی کے ایک پرائمری سکول میں بلامعاوضہ پڑھاتا ہے —"

"اُس نے آرمی چھوڑ دی ہے؟"

"ہاں —"

"کیوں؟"

"یہ صرف وہی بتا سکتا ہے.... لیکن.... ہی از فائن"